

THOUGHTS OF MUSLIM JURISTS - NEED AND SIGNIFICANCE OF COLLECTIVE IJTIHAD: A REVIEW

اجتماعی و شورائی اجتہاد کی ضرورت و اہمیت - معاصر اصولیین کی آراء - (ایک جائزہ)

Maqbool Hassan, Director, Zulekha Institute of Islamic Research and Training, Karachi.

drmaqbool@ziirt.org, <https://orcid.org/0000-0003-4340-1106>

ABSTRACT: ALLAH Almighty is the absolute authority in legislation. His principle commandments exist in every walk of human life. The Islamic sharia is quiet in some of the areas of human life. Here it seems that the Share / Lawgiver wants human beings to deploy their wisdom and intellect to chart out the laws and legislations compliance to the times and compatible with the basic principles of Islam. The main motive behind bringing this paper into the light is to advocate the idea that instead of rigidity and Stagnancy, Islam promotes the concept of "Ijtihad". Our past Great Islamic Jurists have set the rules for the process of "Ijtihad" and International Muslim Jurists need to proceed with the Ijtihad process on grounds of such rules and to fulfill the needs of Islamic Legislation of the time. This paper gives an insight into the point that today we are facing so many new problems that were not prevailing in the past. As a result of contemporary scientific and social developments multidimensional problems have arisen which demand the solution by Ijtihad, Moreover, it is also the responsibility of the contemporary Islamic jurists to review past juristic rulings so that their compatibility to the time can be checked. It is a very important need for time so that we could cope up with the newly arisen problems. This paper concludes by providing the readers that "Collective Ijtihad" is the more appropriate form of Ijtihad than Individual one, and advocates that the legislative efforts exercised by renowned "Kulfa-e-Islam" were also "Collective Ijtihad". It is too much important in many aspects that contemporary Islamic Jurists should adopt this mode of Ijtihad for Islamic Legislation, without this aim of the renaissance of Islamic Law could not be met, which a true Muslim can't think even. To attain this goal, it is suggested that an International Juristic Committee of renowned Muslim Jurists (irrespective of any school of thought) should be formulated, so that members of this committee can deploy their collective wisdom and intellect to chart out the laws and legislations compliance to times and compatible to the basic principles of Islam.

KEYWORDS: Collective/Consultative Ijtihad, Sharia, Shoora, International Muslim Jurists.

اجتماعی و شورائی اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ کسی پیش آمدہ ایسے مسئلے کے جس کا قرآن و سنت میں پہلے سے کوئی حل موجود نہ ہو اور ماضی کے فقہی ذخیرہ میں بھی کوئی واضح صورت نہ ملتی ہو اور اس مسئلے و معاملے پر اجتہادی نقطہ نظر سے غور کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہو تو؛ ایک یہ کہ یہ کام کسی مجتہد کی جاب سے ذاتی اور شخصی طور پر کرنے کے بجائے چند صاحبانِ اجتہاد مل کر باہم گفت و شنید اور مشاورت سے مل کر اس ذمہ داری کو ادا کریں اور درپیش مسئلے اور معاملے کے سارے پہلوؤں پر غور و فکر کر کے کوئی شرعی حل و حکم تجویز کر دیں۔۔۔ دوسرا یہ کہ اگر مسئلے اور معاملے کی نوعیت اس طرح کی ہے کہ اس میں دینی و سائنسی علوم میں سے مردو کے اصول

وضوابط کا عمل و دخل ہے تو اس صورت میں متعلقہ دینی علوم کے ماہرین کے ساتھ متعلقہ عصری علوم کے ماہرین بھی اجتہاد کے عمل میں شریک ہوں اور باہم مل کر گفت و شنید اور مشاورت سے اس ذمہ داری کو ادا کریں اور درپیش مسئلے اور معاملے کا حل تجویز کرنے کی سعی کریں، اور یہ کام مسئلے و معاملے کی نوعیت کے اعتبار سے مقامی اور بین الاقوامی دونوں سطح پر ہو سکتا ہے۔ صورت اول اور صورت دوم دونوں میں یہ اجتماعی و شوریٰ اجتہاد نہ صرف غیر رسمی اجتماع و مشاورت سے انجام دیا سکتا ہے بلکہ باقاعدہ ادارہ بنا کر ادارہ جاتی بنیاد پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح کہ فی زمانہ بہت سے اجتہادی ادارے قائم ہو چکے ہیں۔

اجتماعی، اجتماع سے ہے جس کے معنی اکٹھے ہونے اور کسی ایک بات پر متفق ہونے کے ہیں۔ شوریٰ کا لفظ قرآن و حدیث کی مشہور اصطلاح شوری سے ہے، جس کے معنی مشاورت اور مجلس مشاورت کے ہیں۔ اور اجتہاد سے مراد اہل شرعیہ کی بنیاد پر تعبیر احکام اور پیش آمدہ جدید مسائل کے حوالے سے اسلامی قانون سازی کے ہیں۔ اس طرح اجتماعی و شوریٰ اجتہاد سے مراد وہ کوشش ہے کہ جس میں، منشاء و مقاصد شریعت کے حصول کی خاطر تعبیر نصوص اسلامیہ (جہاں ضرورت ہو) اور پیش آمدہ جدید مسائل کے اسلامی حل و راہنمائی کے لیے، فقہاء اسلام کی طرف سے مل کر، اجتماعی طور پر باہم بحث و مباحثہ اور مشاورت کے ذریعے متفقہ طور پر یا غالب آراء کے ساتھ استنباط احکام کیا جائے۔ اجتماعی اجتہاد اور اجتہاد الجماعی اگرچہ معاصر زمانہ میں متعارف ہونے والی جدید اصطلاح ہے اور مجتہدین اسلاف نے اپنی اجتہادی اصحا میں یہ اصطلاح استعمال نہیں کی، اور اس کے بجائے ”اجماع“ کی اصطلاح مستعمل رہی ہے۔ اجتماعی و شوریٰ اجتہاد دراصل مجتہدین کی اکثریت کا اجتماعی طور پر کسی حکم شرعی کے استنباط میں کوشش کرنے، اپنی صلاحیتوں کو کھپانے، باہمی مشورہ کرنے اور پھر کسی شرعی حکم پر اتفاق کر لینے اور مجتمع ہو جانے کا نام ہے۔¹ اسلامی قانون کی تاریخ میں اس قسم کے بہت سے واقعات ملتے ہیں جو اجتماعی اجتہاد کی ہی مختلف شکلیں و صورتیں ہیں اگرچہ انھیں اسلاف نے اجتماعی اجتہاد کا نام نہیں دیا۔²

اجتماعی و شوریٰ اجتہاد اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت و اہمیت انسانی زندگی میں مسلسل نئی تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرہ ارتقائی عمل سے گزر رہا ہے نئے نئے مسائل اور مواقع سامنے آرہے ہیں۔ ہماری کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ ہم اپنے دین کی راہنمائی میں وقت کے دھارے کے ساتھ اپنے آپ کو ہم آہنگ رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت عقل و شعور کی مدد سے نووارد مسائل کا حل تلاش کریں اور نئے مواقع و اسباب کو امت کے حق و مفاد میں استعمال کریں۔ قوموں کی بقاء و کامیابی کا راز بھی اسی تحرک و تعامل میں پوشیدہ ہے جبکہ جمود و تعطل سراسر ناکامی کا باعث ہے۔ اسلام نے قدامت پرستی یا جمود کے بجائے دورِ جدید کے تقاضوں سے عہدہ براہونے اور حالات کے مطابق احکام کے استنباط اور مسائل کے حل

کے لئے ”اجتہاد“ کی اجازت دی ہے، تاکہ مرورِ حالات و زمانہ کے ساتھ سامنے آنے والے جدید مسائل اسلامی احکامات کی روشنی میں حل ہو سکیں اور مطلوبہ قانون سازی ہو سکے۔ اس قانون سازی کو، فقہ اسلامی کی اصطلاح میں ”اجتہاد“ کہا جاتا ہے۔ دورِ حاضر میں اہل اسلام کو عمل ”اجتہاد“ کی آشد ضرورت ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کی سرپرستی میں اجتماعی اجتہاد کے لیے کوشاں ”اسلامی“

فقہ اکیڈمی ”مکہ مکرمہ نے اپنے آٹھویں اجلاس منعقدہ دفتر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ ۱۹، ۱۸، جنوری ۱۹۸۵ء اپنے فقہی فیصلے میں اجتہاد کی اہمیت، اقسام اور شرائط کا ذکر کرتے ہوئے فی زمانہ اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے: اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا اور نہ کوئی اس کو بند کرنے کا اختیار رکھتا ہے، علماء اصول نے جہاں بالخصوص اس مسئلے پر بحث کی ہے، کہ ”کوئی زمانہ مجتہد سے خالی ہو سکتا ہے یا نہیں، وہاں انھوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ، اجتہاد کا دروازہ ہر ایسے شخص کے لیے کھلا ہوا ہے کہ جس کے اندر اس کی شرائط موجود ہوں۔“^۳ اس کے بعد فیصلے میں مزید لکھا کہ ”موجودہ دور میں اجتہاد کی سخت ترین ضرورت ہے۔ کیونکہ آج ایسے مسائل پیش آرہے ہیں جو پہلے وجود میں نہیں آئے تھے اور آئندہ بھی ایسے مسائل پیدا ہوں گے۔۔۔ بہتر ہے کہ کوئی ایسا ادارہ قائم ہو جو اکیڈمیوں، کانفرنسوں اور ورکشاپس کی قرا دادوں کو جمع کر کے ان سے فائدہ اٹھائے اور انھیں شرعیہ فیکلٹی اور اسلامک اسٹڈیز کو فراہم کرے، اس طرح اسلام کی روشنی پھیلے گی اور اسی میں درست اور بہتر زندگی کی ضمانت ہے۔۔۔ اجتہاد اجتماعی ہو اور وہ اس طرح کہ ایک فقہی اکیڈمی ہو جس میں عالم اسلام کے نمائندہ علماء ہوں اور اس سے فیصلے صادر ہوں۔ اجتماعی اجتہاد ہی خلفائے راشدین کے زمانہ میں رائج تھا جیسا کہ علامہ شاطبی نے الموافقات میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر کبار صحابہ کے پاس مسائل آتے وہ خیر القرون کا زمانہ تھا لیکن وہ اہل حل و عقد کو جمع کرتے اور بحث و مباحثہ کے بعد فیصلہ دیتے تھے۔ تابعین بھی اسی راہ پر گامزن رہے۔۔۔“^۴

دورِ حاضر میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً؛ دورِ حاضر کی معاشی، معاشرتی، سیاسی تبدیلیوں اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں پوری دنیا کو متاثر کیا، وہاں مذہب کے میدان میں بھی نئے نئے زاویہ ہائے فکر دیے ہیں۔ تجارت کی ہزاروں نئی شکلیں متعارف ہوئیں کہ جن کی شرعی حیثیت معلوم کرنا وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اسی طرح سیاسی انقلابات نے ’انتخابات، پارلیمنٹ، آئین اور قانون جیسے نئے تصورات سے دنیا کو متعارف کروایا ہے۔ سائنس، ٹیکنالوجی، بینکنگ، میڈیکل سائنس اور سماجیات کے میدان میں نئی نئی ایجادات سامنے آئی ہیں۔ مثلاً؛ مشین ذبیحہ، کلوننگ، روزے میں انجیکشن، انسانی جسم کا بعد از وفات پوسٹ ٹائم، انتقالِ خون، انسانی اعزاء کی پیوند کاری، خاندانی منصوبہ بندی، رویتِ ہلال کا مسئلہ، ملازمین کی تنخواہ سے پی ایف اور جی پی ایف کی کٹوتی، لائف انشورنس، کیڈٹ کارڈ، اسٹاک مارکیٹ، فوٹو گرافی، لائٹری، پرائز بانڈ، ووٹ کا سٹنگ، اور اقساط پر سامان کی خرید و فروخت

وغیرہ۔ ان تمام اور ان جیسے دوسرے معاملات کے بارے میں شرعی حکم جاننے کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے یہ سب معاملات اجتہاد کے متقاضی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اجتہاد کے عمل کو منظم انداز میں آگے بڑھنے کے لیے کئی ایک ادارے وجود میں آنا شروع ہو گئے ہیں۔ مغرب کی طرح اسلامی ممالک میں، “قانون سازی” کا رجحان پیدا ہو گیا ہے اور باقاعدہ منضبط قواعد و قوانین کی ضرورت کو محسوس کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں سعودی عرب کے “نظام” کی مثال واضح ہے۔ قانون سازی کے اس عمل کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں اجتہادی آراء کی ضابطہ بندی کا رجحان بھی بڑھ گیا ہے، اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں اسلاف کے اجتہادی و فقہی ذخیرے کی مدد سے اسلامی قانون سازی کی طرف پیش رفت کی جا رہی ہے۔ اسلامی قانون کی تدوین جدید، اجتہاد کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ قدیم فقہاء کرام نے اجتہادی نقطہ نظر سے ہمارے لیے کافی سامان فراہم کر دیا ہے۔ انھوں نے اس کے لیے اصول اور ضابطے مقرر کیے ہیں، کام کا انداز اور طریقہ بتا دیا ہے اور کام کر کے بھی دکھا دیا ہے۔ اب اس سے زیادہ ہماری محرومی اور بے بضاعتی کیا ہو گی کہ اس ذخیرہ سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔⁵

اجتہاد، شریعت اور زندگی کا ربط بحال رکھنے کا نام ہے۔ اجتہاد کا مقصد اسلامی تشکیل نو ہر گز نہیں بلکہ یہ دراصل بدلتے ہوئے حالات میں انسانی زندگی اور معاشرے کا تعلق اسلام سے جوڑے رکھنے کا عمل ہے تاکہ وقت کے ساتھ ساتھ ایک طرف مسائل جدیدہ پر شرعی احکامات کی تطبیق ہوتی رہے اور دوسری طرف شریعت کے مقاصد پورے ہونے کے ساتھ ساتھ عملی زندگی میں حاکمیت شرع رواں دواں رہ سکے۔⁶ جہاں تک اجتہاد کی ضرورت کا تعلق ہے اس پر کسی قسم کی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو مسلم سماج ایک مسلم ضرورت ہے۔ زندگی مسلسل نئے نئے مسائل سے دوچار رہتی ہے اور ان مسائل کا حل اگر شریعت سے معلوم کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو ہماری زندگی کا ربط شریعت سے ٹوٹ جائے گا اور یہ صورت حال کوئی مسلمان اسلام پر قائم رہتے ہوئے گوارا نہیں کر سکتا۔ مولانا امین احسن اصلاحی اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کی بابت لکھتے ہیں، “ایک مسلمان کے لیے صرف یہی ضروری نہیں ہے کہ وہ نئے پیش آنے والے حالات و واقعات کے بارے میں اسلام کا حکم معلوم کرنے کی کوشش کرے بلکہ ایک ذی علم اور ذی شعور مسلمان پر تو شریعت کی طرف سے یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ جن پچھلے اجتہادات پر عمل پیرا ہے ان کا بھی برابر جائزہ لیتا رہے کہ وہ کس حد تک اسلام کے اصل قانون۔۔۔ کتاب و سنت۔۔۔ سے موافقت رکھتے ہیں۔ یہ جائزہ بھی درحقیقت ایک اجتہاد ہی ہے۔ دین کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لیے یہ جائزہ بہت ضروری ہے۔⁷۔⁸

اجتماعی و شوریٰ اجتہاد اور نبوی منہج اجتماعیت اور مشاورت انسانی زندگی کا لایفٹک تقاضا ہیں اس کے بغیر اجتماعی زندگی کا تصور بھی نہ کیا جاسکتا اور مؤثر اور کامیاب زندگی کی تنظیم و انصرام کے لیے ناگزیر بھی۔ خالق بکائنات نے جہاں پیغمبروں کے ذریعے انسان کو زندگی گزارنے کے لیے دین عطا فرمایا تو اس دین کی تعلیمات کا ایک اہم حصہ خود باہم مشاورت سے معاملات اجتماعی کاوشوں سے انجام دینے کا

حکم بھی دیا۔ یہ خود اسلام کے اپنے دیے ہوئے اصول ہیں کہ جنہیں اجتماعی عملی معاملات میں پیش نظر رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو اجتماعی معاملات میں یوں حکم شوری دیا۔ وِشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ اور ان سے ہر اہم معاملے میں مشورہ کرتے رہو پس جب تم عزم و ارادہ (فیصلہ) کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ تعالیٰ بھی بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔⁹ چنانچہ عملی زندگی میں خود رسول اللہ ﷺ نے اس حکم الہی پر پوری روح کے مطابق عمل فرمایا اور اسلام کی روح اجتماعیت و شوری و مشاورت کا نہ صرف عملی مظاہرہ کیا بلکہ دراصل آپ ﷺ نے اپنے عمل سے اُمتِ محمدیہ کے لیے نمونہ عمل بھی پیش کر دیا اور راہ نمائی فراہم کر دی۔ نبوی دور، شوری و مشاورت کی امثال سے خوب مزین ہے۔ پہلی ہجری میں شوری اذان کا تاریخی واقعہ ہے کہ نمازِ باجماعت کے لیے مسلمانوں کو بلانے کے معاملے پر رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کی شوری منعقد کی۔ کسی نے یہود کے بُوق کی تجویز دی اور کسی نے نصاریٰ کے ناقوس کی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ تجویز دی کہ ایک شخص کو مقرر کر دیا جائے تاکہ نماز کے اوقات میں آواز، بلند لوگوں کو بلایا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی تجویز کو قبول فرماتے ہوئے حضرت بلالؓ کو مقرر فرمادیا۔ آپ نماز کے اوقات میں۔۔ الصلوة الجامعة۔۔ کہہ کر مسلمانوں کو نماز کے لیے بلایا کرتے تھے، بعد میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں اذان کے مروجہ الفاظ کسی سے سنے اور رسول اللہ نے انہی الفاظ کے ساتھ اذان دینے کا حکم دیا اور اس کے بعد وحی کی تائید بھی حاصل ہو گئی۔¹⁰

رسول اکرم ﷺ کے دور میں شورائے بدر ۲ھ، شورائے اسارائے بدر ۲ھ، شورائے احد ۳ھ، شورائے خندق ۵ھ، شورائے دربارہ ۶ھ، شورائے حدیبیہ ۶ھ، شورائے اسارائے ہوازن ۸ھ اور شورائے دربارہ معاذ بن جبلؓ ۱۰ھ تاریخی واقعات ہیں کہ جن میں رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے مشاورت و شوری سے کام لیا۔ آپ ﷺ کے شوری و مشاورت کے حوالے سے متعدد فرامین کتبِ احادیث میں مروی ہیں۔ مثلاً؛ حضرت علیؓ مروی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ اگر ہمارے درمیان کوئی واقعہ ایسا پیش ہو جائے جس کے بارے میں (قرآن و سنت میں) نہ کوئی امر ہو نہ نہی تو ایسے واقعے کے متعلق آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں عبادت گزار اور دیانت دار ماہرین شریعت سے مشورہ کر لیا اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو۔¹¹ اسی طرح سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ "مشورہ کرنے والا شخص کبھی حق (بات) سے محروم نہیں ہوتا اور اپنی ذاتی رائے کو کافی سمجھنے والا خود پسند شخص کبھی سعید نہیں ہو سکتا۔"¹²

اجتماعی و شوری اجتہاد اور عالمی معاصر اصولیین کی آراء مولانا تقی امینی دورِ حاضر میں اجتہاد کے لیے، "اجماع" بمعنی شوری و اجتماعی اجتہاد (اجتہاد بہ صورتِ ادارہ) کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں: جدید تدوین کو قابل عمل اور قابل نفاذ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ "اجماع" کو متحرک اور جاندار بنایا جائے۔۔ اسلامی قانون میں یہ اصول جس قدر زیادہ اہم ہے، اسی قدر مختلف حالات کی بنا پر

اس سے بے توجہی برتی گئی ہے۔ شخصی حکومتوں کے زمانے میں اس بناء پر اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی کہ حکومتیں عموماً اس قسم کا کوئی “ادارہ” برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتیں ہیں جو ایک طرف تو حالات و مسائل میں آزادانہ غور و فکر اور فیصلہ کا حامل ہو اور دوسری طرف عوامی رجحان کو مانگنے کی اس میں طاقت ہو۔۔۔ دراصل اس سیاسی مفاد کی وجہ سے اسلامی تاریخ میں ”اجماع“ جیسے اہم اصول کو بروئے کار آنے کا موقع نہ مل سکا اور بعد میں یہ خیال عام ہو گیا کہ ”اجماع میں چونکہ جمیع اُمت کا اتفاق ہونا چاہیے اور یہ صورت حال تقریباً ناممکن ہے، اس لیے اجماع کا انعقاد بھی ناممکن ہے۔“¹³

مولانا موصوف نے اجماع کی ممکن العمل صورت کے لیے ایک مجلس مشاورت کے قیام کی تجویز بھی دی اور اسے حکومت کی آمیزش سے پاک رکھنے کا مشورہ دیا تاکہ یہ آزادانہ غور و فکر سے کام لے کر شرعی راہنمائی دے سکے۔¹⁴

ڈاکٹر عبدالجبار السوسوۃ اجتماعی اجتہاد کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اکثر و بیشتر جدید مسائل کو اس قدر مختلف حالات اور تنوعات نے گھیرا ہوتا ہے اور ان مسائل کے دوسرے علوم و واقعات کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اجتماعی اجتہاد کی بغیر ان قضایا کے جمیع پہلوؤں اور متعلقات کے احاطے پر قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ اکیلے شخص کے لیے یہ مشکل ہے کہ وہ ان مسائل سے متعلقہ جمیع علوم و فنون کا احاطہ کر سکے۔ لہذا ان مسائل میں انفرادی اجتہادی آراء عموماً کوتاہی پر مبنی ہوتی ہیں۔ پس بعض اوقات ایک عالم دین ان پیچیدہ اور الجھے مسائل میں ایک پہلو کو مد نظر رکھتا ہے تو دوسرا پہلو او جھل ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے ناقص رائے سامنے آتی ہے۔“¹⁵

شیخ احمد شاہ اسلامی ریاست میں قانون سازی کا طریقہ بتاتے ایک ایسی مجلس یا کمیٹی کی تشکیل کی تجویز دیتے ہیں جس کے ارکان کو بلا تفریق مسلک منتخب کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں ”میری رائے میں اس کے عملی خطوط یہ ہیں کہ قانون کے ماہرین اور ماہر علمائے شریعت کی ایک کمیٹی چُنی جائے جو کسی خاص مذہب کی تقلید یا کسی خاص رائے کی پابندی کے بغیر، قرآن و سنت کی نصوص کی روشنی میں، نئی قانون سازی کے قواعد و ضوابط وضع کرے۔ یہ کمیٹی سابقہ ائمہ کے اصول اور فقہی آراء کو سامنے رکھے۔ تمام ماہرین قانون کی اس کمیٹی کو سرپرستی حاصل ہو اور پھر یہ کمیٹی لوگوں کے احوال و ظروف کے مناسب اور کتاب و سنت کے قواعد کے تحت فروعی مسائل کا استنباط کرے۔ لیکن اس کے اجتہادات نہ تو ہی نہ دین کی کسی ضروری شے کے منکر۔“¹⁶ کسی نص سے ٹکرا رہے ہوں اور دورِ حاضر کی سہولتوں اور وسائلِ مواصلات نے بھی اجتہاد و اجماع اور خاص کر شوریٰ و اجتماعی اجتہاد کی ضرورت کو اور زیادہ اجاگر اور آسان کر دیا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد الد سوتی لکھتے ہیں: ”ہمارا معاصرہ ماحول ہم سے دو جہات کی بنا پر اجتماعی اجتہاد کے اہتمام کا مطالبہ کرتا ہے۔ پہلے وجہ تو یہ ہے کہ گھر اور علاقے جس قدر دور ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی فقہاء کے لیے ایک جگہ مل بیٹھنا آسان ہو گیا ہے۔ اور یہ آسانی معاصرہ ذرائع مواصلات سے پیدا ہوتی ہے۔“¹⁷ کانفرنس کے ذریعے Audio-vidio اور انٹرنیٹ کا دور ہے۔ سمعی و بصری Information

Technology اب تو اطلاعاتی ٹیکنالوجی گفتگو میں شریک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ٹیلی فونک رابطے کے ذریعے اپنی آراء و تجاویز بھی ایک دوسرے کو پیش کی جاسکتی ہیں۔

شوریٰ و اجتماعی اجتہاد، حصولِ اجماع کا ایک اہم ذریعہ اَدلۃ الشریعہ میں قرآن و سنت کے بعد، ”اجماع“ ایک اہم شرعی دلیل ہے۔ دورِ حاضر میں اجماع کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ اجتماعی اجتہاد ہو سکتا ہے۔ اور یہی راستہ فقہ اسلامی کی حیات نو اور اس کے فروغ و ارتقا کا ضامن بن سکتا ہے۔ اسی کے ذریعے ہم عصری مشکلات و مسائل کا ایسا حل تلاش کر سکتے ہیں جس میں انفرادی کاوش کے برعکس کسی طرح کی تشکیک کا امکان بھی بہت کم ہے۔

ڈاکٹر شعبان محمد اسماعیل اس سلسلے میں امام ابن جریر طبری، امام احمد بن حنبل اور ابو الحسن خیاط وغیرہ کے حوالے سے اجتماعی اجتہاد اور اجماع کے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں: ”غالباً ایسے نئے مسائل کہ جن کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے، ان میں زمان و مکان کے اعتبار سے تبدیل ہونے والی دنیاوی مصالح کی وجہ سے رائے دہی کا امکان ہوتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی امامت پر اجماع ہے یا دشمن سے اعلانِ جنگ پر اتفاق ہے۔ یہ درحقیقت اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے اور اس اجتماعی اجتہاد کو اجماع جیسی کامل سند حاصل ہوتی ہے۔ جلیل القدر علماء کا ایک گروہ یہی رائے رکھتا ہے جیسا کہ امام ابن جریر طبری، ابو الحسن خیاط، معتزلہ کی ایک جماعت اور ایک¹⁸، روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کی یہی رائے ہے۔

اسی طرح کچھ علماء نے تو اجتماعی اجتہاد کو اجماعِ صریح و اجماعِ تام کی طرف ایک اہم قدم قرار دیا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر توفیق الشاوی نے لکھا ہے، ”بعض مفکرین کی رائے یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد اجماعِ تام تک پہنچنے جانے کے لیے ایک پل کا کام دے سکتا ہے۔ یہ اس طرح کہ جس مسئلے میں علماء کی کوئی اجتماعی رائے سامنے آئے، وہ بقیہ علمائے مجتہدین کے سامنے پیش کی جائے۔ اگر وہ واضح طور پر اس کی تائید کر دیں تو یہ اجماع صریح ہو جائے گا اور اگر وہ اس کو جان لینے کے بعد بھی اس میں خاموشی اختیار کر لیں تو اس صورت میں یہ اجماع سکوتی ہوگا۔“¹⁹ اسی طرح کچھ علماء ایسے ہیں جنہوں نے اجتماعی اجتہاد کو اجماعِ واقعی کہا ہے۔ ان کے مطابق، اصول فقہ کی اصطلاح میں اجماعِ تام درحقیقت کبھی واقع ہوا ہی نہیں۔ ان کے مطابق صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی اگر جن مسائل پر اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ درحقیقت اس وقت صحابہؓ کے اجتماعی اجتہاد سے ثابت شدہ مسائل ہیں جنہیں بعد والوں نے ”اجماعِ صحابہ“ کا نام دیا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر عبد المجید السوسو لکھتے ہیں: جب اجماع کی بنیاد یعنی سارے مجتہدین کا کسی امر پر اتفاق تو ناممکن ہے لیکن اکثر مجتہدین کا اتفاق، ”ایک ناممکن بات نہیں ہے۔ اسی بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ اصولی اجماع کبھی واقع ہی نہیں ہوا بلکہ حقیقت میں اجتماعی اجتہادات ہی واقع ہوئے ہیں۔ اور جس چیز کو اجماع کا نام دیا گیا ہے وہ دراصل اجتماعی اجتہاد ہے۔ ان علماء نے اجتماعی اجتہاد کو اجماعِ واقعی کا نام دیا ہے یعنی یہ مختلف اسلامی ادوار میں عملی طور پر واقع ہوا ہے۔ جب کہ اصولی اجماع عملی طور پر کبھی بھی واقع نہیں ہوا ہے۔ اس رائے کی دلیل یہ بھی (دی جا

سکتی) ہے کہ صحابہ کے بارے میں جن اجماعات کا دعویٰ کیا گیا ہے، وہ درحقیقت اجتماعی اجتہادات ہی تھے کیونکہ جب بھی خلفاء اسلام کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا کہ جس میں کتاب و سنت کی کوئی نص واضح طور پر موجود نہ ہوتی تو وہ مسلمانوں کے سرداروں، اچھے لوگوں اور اہل علم کو جمع کرتے اور ان سے مشاورت کرتے تھے۔ جس رائے پر پہنچتے اس کو حکم شرعی سمجھا جاتا۔ یہ حقیقت میں اجتماعی اجتہاد تھا۔ کیونکہ اس مشاورت کے لیے جو لوگ جمع ہوتے تھے وہ سارے کے سارے صحابہ نہ تھے۔ خلفاء میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ مروی نہیں ہے کہ اس مشاورت میں شریک صحابہ کے علاوہ اور دوسرے شہروں میں موجود بقیہ علماء صحابہ کی رائے کی موافقت²⁰ ہونے تک حکم شرعی (کے نفاذ) میں توقف کیا گیا ہو۔“

اجتماعی اجتہاد کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اگر اس میں جمہور کا اتفاق ہو جائے تو اس اتفاق کو، ”اجماع“ جیسی سند حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ عصر حاضر کے مفکر و مدبر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی اس پہلو کے پیش نظر اجتماعی اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اس طرح کے مسائل پر انفرادی طور پر جو رائیں ظاہر کی جا رہی ہیں، خواہ علمائے دین کی طرف سے یا غیر علمائے دین کی طرف سے، ”ان سے ایک ذہنی انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس طرح کے مسائل پر صحیح رائے قائم کرنے کے لیے مذہب کے گہرے مطالعے بھی ضرورت ہے اور ان سوالات کو بھی اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے جو فی الواقع سائنس کی ترقیوں نے پیدا کر دیے ہیں۔ اس کی وجہ سے علماء اور غیر علماء، دونوں ہی گروہوں کے لیے ہمارا ناچیز مشورہ یہ ہے کہ اس طرح کے مسائل پر اپنے اپنے طور پر اظہار رائے²¹، ان کے بجائے اجتماعی طور پر غور کرنے اور رائے قائم کرنے کی کوئی شکل اختیار کریں تاکہ وہ معاشرے کو صحیح رہنمائی دے سکیں۔

مجمع البحوث الاسلامیہ کی پہلی کانفرنس منعقد ۸۳۳ھ قاہرہ میں منظور کردہ قرارداد میں بھی پیش آمدہ مسائل کے شرعی حل کے لیے اجتماعی اجتہاد کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا اور کہا گیا: اگر فقہی مذاہب کے احکام ایسے ہوں جن سے مقصد پورا نہ ہوتا ہو تو مسلکی اجتماعی اجتہاد ہو گا اور اس سے بھی اگر یہ مقصد پورا نہ ہو ”تو مطلق اجتماعی اجتہاد کیا جائے گا۔ اور حتی المقدور یہ مجمع ان وسائل کی فراہمی کا انتظام کرے گا جن سے اس طرح کے اجتماعی اجتہادات کی راہ ہموار ہو سکے۔“²²

علامہ شیخ احمد شاہ نے مصر کے ماہرین قانون کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تقلید محض کی میں پوری طرح مخالفت کرتا ہوں، خواہ متقدمین کی تقلید ہو یا متاخرین کی۔ ایسے ہی انفرادی اجتہاد بھی وضع قانون کے لیے مفید نہیں ہے، بلکہ فرد واحد کے تعلق سے یہ محال ہے جس چیز کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں، وہ اجتماعی و شورائی اجتہاد ہے اور یہی چیز مفید ہے، کیونکہ جب مختلف آراء کا باہم تبادلہ ہو گا تو ان شاء اللہ صحیح بات نکل آئے گی۔“²³ کئی مجتہدین جو انفرادی طور پر مختلف موضوعات پر اپنے طور پر کام کر رہے ہوتے ہیں، ان کے باہمی رابطے لیے ایک ایسی اجتماعی مجلس کی مقامی و عالمی بنیاد پر شدید ضرورت ہے جو سماجی یا سالانہ بنیاد پر پیش آمدہ مسائل جدیدہ پر

فقہی واجتہادی کام کرنے والے علما کو اجتماعی تحقیق کی دعوت دے اور اجتماعی مذاکرے و مکالمے کا اہتمام کرے تاکہ ہر مجتہد محقق اپنے نتائج تحقیق پیش کرے۔ پھر اجتماعی قرارداد کی منظوری کے ذریعے معاملات زیر بحث میں شرعی حکم کا استنباط و نفاذ کیا جاسکے۔ فی زمانہ اس قسم کی چند مجالس قائم تو ہیں مگر بڑے پیمانے پر ملکی و بین الاقوامی دونوں سطح پر ایسی فقہی واجتہادی مجالس کے قیام کی ضرورت ہے۔ جو نہ صرف خود ایک اجتہاد ادارہ ہو بلکہ دنیائے اسلام میں کام کرنے والے تمام دوسرے اداروں کو بھی باہم مربوط کر سکے۔

خلاصہ بحث: اس بحث بالاکا خلاصہ یہ ہے کہ: ۱۔ اجتماعی اجتہاد کے نتیجے میں سامنے آنے والی رائے بمقابلہ انفرادی اجتہاد زیادہ راست ہو سکتی ہے۔ ۲۔ اجتماعی اجتہاد مفاد پرستی سے بالاتر ہو سکتا ہے۔ ۳۔ اجتماعی اجتہاد تعصبات و اختلافات سے بھی مبرا ہو سکتا ہے۔ ۴۔ اجتماعی اجتہاد معاشرے میں علمی، ملی و فقہی اعتدال و توازن کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ۵۔ اجتماعی اجتہاد کسی نہ کسی درجے میں جدید علوم کے ماہرین کے لیے دین سے قربت کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ ۶۔ اجتماعی اجتہاد کی عوامی قبولیت انفرادی اجتہاد کی نسبت زیادہ ہوگی۔ انفرادی اجتہاد میں مسلکی، سیاسی اور گروہی وابستگیوں اور تعصبات کی آمیزش کے امکان رہتے ہیں اور اس کے برعکس اجتماعی اور شوریٰ اجتہاد میں یہ چیز نہ ہونے کے برابر ہو سکتی ہے۔ ۷۔ اجتماعی اجتہاد میں خطا کا امکان انفرادی اجتہاد کی نسبت کم ہے۔ ۸۔ اجتماعی معاملات میں اجتماعی اجتہاد ہی موزوں و مفید ہے، کیونکہ قومی، ملی اور اُمت کے اجتماعی معاملات کو کلی مصالح کی روشنی میں ملی و قومی سطح پر دیکھنا ضروری ہے اور اس کے لیے پوری قوم اور ملی سطح کی مشاورت اور اجتہاد ہی کوئی صحیح نتیجہ خیز اور سب کے لیے قابل قبول حل تک پہنچ سکتا ہے۔ اسلامی تاریخ بھی اسی پر شاہد ہے اور اسلاف کا مسائل اجتماعیہ کے حل کا یہی طریقہ رہا ہے۔ المختصر اجتہاد دورِ حاضر کی شدید ضرورت ہے، آج ایسے مسائل پیش آرہے ہیں جو پہلے وجود میں نہیں آئے تھے۔ دورِ حاضر کی سائنسی و سماجی تبدیلیاں و ترقیاں، اجتہادی عمل کی متقاضی ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کے بغیر ان متنوع مسائل کے صحیح پہلوؤں اور متعلقات کا احاطہ اکیلے شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ لہذا ان مسائل میں انفرادی اجتہادی آراء اتنی سودمند نہیں ہو سکتی ہیں کہ جتنی اجتماعی کاوشیں۔ دوسرا یہ کہ صرف یہی نہیں کہ محض نئے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں ہی اسلام کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے، بلکہ ہم پر یہ ذمہ شرعی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ سابقہ ادوار و حالات میں ہونے والے اجتہادات کا بھی جائزہ لیا جائے کہ وہ کس حد تک جدید دور اور احوال سے موافقت و مطابقت رکھتے ہیں اور یہ جائزہ حقیقت میں وقت کی ایک اہم ضرورت اور دین کی حیات و بقا اور حاکمیت کے لیے بہت ضروری بھی ہے۔

حاصل بحث و نتیجہ: پیش آمدہ مسائل و مشکلات سے عہدہ برآ ہونے اور زندگی کی اسلامی نقشہ گری کے لیے اجتہاد ناگزیر ہے اور اس کے ذریعے ایسے شرعی طریق پر مسائل کا حل معلوم کرنا چاہیے جس میں تحقیق و تدقیق کی گہرائی بھی ہو اور دلیل و برہان کی پختگی بھی، جو ہر قسم کے شکوک و شبہات اور طعن سے محفوظ بھی ہو اور جس کو رائے عامہ پورے اعتماد و یقین کے ساتھ قبول بھی کرے، نیز اس کی تفہیم و اجرا میں کوئی دشواری بھی پیش نہ آئے۔ تو یہ طریقہ انفرادی اجتہاد کی بجائے اجتماعی و شوریٰ اجتہاد کا طریقہ ہے جسے اپنانا ہو گا۔ یہ

طریقہ فتنہ و انتشار سے بچنے کا محفوظ راستہ بھی ہے اور دور جدید کا تقاضا بھی۔ یہ طریقہ سلف سے ہم آہنگ بھی ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔ دورِ حاضر کی سہولتوں اور وسائلِ مواصلات و رسائل نے بھی اجتہاد و اجماع اور خاص کر شورائی و اجتماعی اجتہاد کے عمل کو ہمارے لیے زیادہ آگراور آسان کر دیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 السوسوۃ، عبد الحمید، ڈاکٹر۔ الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، ناشر، وزارة اوقاف والشئون الاسلامیة الدوحة، قطر، ص ۴۶
- 2 احمد نیسونی، ڈاکٹر۔ الاجتہاد الجماعی و اہمیتہ فی نوازل العصر، ص ۱۲
- 3 اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے [۱۹۷۷ء تا ۲۰۰۶ء] (مترجم: ندوی، فہیم اختر، ڈاکٹر)، مطبوعہ، ایفا پبلیکیشنز، جامعہ نگر، دہلی س۔ ن۔ ص ۳۱۲
- 4 اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے، ایضاً
- 5 امینی، محمد تقی۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، مطبوعہ، مارچ، ۱۹۹۶ء، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ص ۲۸
- 6 مقبول حسن۔ امتدادِ زمانہ اور تبدیلی احکام شرعیہ: اسلامی نظریہ تعقل و تدبر اور اجتہاد کے تناظر میں، مشمولہ، معارف مجلہ تحقیق، شمارہ ۶، جولائی تا دسمبر۔
- 7 ۲۰۱۳ء، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، ص ۵۹
- 8 اصلاحي، امین احسن، مولانا۔ اسلامی قانون کی تدوین، جولائی ۱۹۶۳ء، مطبوعہ، المکتبہ المنبر، لائل پور، ص ۳۸
- 9 اصلاحي، امین احسن، مولانا۔ ایضاً، ص ۸۳، ۸۵
- 10 آل عمران، آیت ۱۵۹
- 11 گوہر رحمن، مولانا۔ اسلامی سیاست، مارچ، ۱۹۸۲ء، مطبوعہ، المنار بک سینٹر، لاہور، ص ۲۷۸
- 12 المقتی علی علاء الدین۔ کنز العمال، ۱۳۱۲ھ، مطبوعہ، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، ج ۵، ص ۸۱۲
- 13 ابوبکر، الجصاص، احمد بن علی الرازی۔ ۱۹۶۷ء، احکام القرآن، ج ۴، بر تفسیر سورہ آل عمران، طبع، مصر، ص ۲۵۱
- 14 امینی، محمد تقی۔ ایضاً، ص ۲۶
- 15 امینی، محمد تقی۔ ایضاً، ص ۲۷، ۲۸
- 16 السوسوۃ، عبد الحمید، ڈاکٹر۔ ایضاً، ص ۸۷
- 17 شعبان، محمد اسماعیل، ڈاکٹر۔ الاجتہاد الجماعی و دور الحجاج الفقہیہ فی تطبیقہ، ۱۴۱۸ھ، مطبع دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، ص ۱۲۹
- 18 محمد الدسوقي، ڈاکٹر۔ الاجتہاد الجماعی و دور الحجاج الفقہیہ فی تطبیقہ، س، ن، مطبوعہ، الشافعیۃ للنشر، قطر، ص ۱۳۴
- 19 شعبان، محمد اسماعیل، ڈاکٹر۔ الاجتہاد الجماعی و اہمیتہ فی مواجہۃ مشکلات العصر، تطبیقہ، ۱۴۱۸ھ، مطبع دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، ص ۶۵
- 20 شامی، توفیق، ڈاکٹر۔ فقہ الشوری والا استشارة، مطبع، دار الوفاء لطباعة والنشر والتوزیع، ۱۴۱۲ھ، المنصورہ، ص ۱۸۶
- 21 السوسوۃ، عبد الحمید، ڈاکٹر۔ ایضاً، ص ۸۱-۸۲
- 22 اصلاحي، امین احسن، مولانا۔ ایضاً، ص ۱۵۵، ۱۵۶

²² مجمع البحوث الاسلامیہ، الموتر الاول، ۱۳۸۳ھ، قاہرہ، ص ۱۰-۱۱

²³ حنبلی، احمد شاکر، شیخ۔ الشرع واللغہ، سن، مطبوعہ، دار البشائر، ص ۹۸